محمد بن عمر واقدی بحیثیت سیرت نگار

*فیاض احمد فاروق

**رضیہ شبانہ

Abstract

The Prophet Mohammad (SAW) is acknowledged as the greatest mentor of all times. A lot of research work with blend of devotion and dedication has so far been under taken by several research scholars in the area of Seerah writings. It is the miraculous feature of noblest Personality of Prophet Mohammad (SAW) that the followers of different religions, inspite of religious bindings have produced master piece of writing, in this context every contributor tried to imbibe and disseminate pearls of knowledge, affection and sacred attachment with Prophet of Islam (SAW)according to their capacity and potential. Among the shining stars of Seerah Writing the contribution of Mohammad Bin Umar al Waqidi has been acknowledged as the great pioneer Seerah writer. Although, the critics have different opinion about his athenticity, the credit goes to him for creating awareness and flair for Seerah Writing. He collected wide data about Seerat O Maghazi which attain the status of primary source for future researchers and authors. This article aims to present scholarly work of waqidi about seerat in Nabi. It also highlight profile of Muhammad aim umar al waqidi.

Keywords: Biography of Waqdi, Kitabul Maghazi, Importance of Kitabul Maghazi.

*ریسرچ اسکالر، اسلامک ریسرچ سنٹر، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

تعارف:

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ایک ایسا محبوب موضوع ہے جس پر قرون اولیٰ سے اب تک ہزاروں علماء اور محققین نے پرخلوص انداز میں خامہ فرسائی کی ہے اور سیرت کے ہر پہلو پر ہر زمانے، ہر زبان اور دنیا کے ہر خطے میں بے شمار منظوم ومنثور کتابیں لکھی گئی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی سیرت کا یہ معجزہ ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کی قید سے بالاتر ہو کر اصحاب علم وفضل نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور اس بحر ناپید کنار سے نہایت محبت اور عقیدت کے ساتھ اپنی اپنی بساط کے مطابق موتی سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ انھی اہل علم میں ایک نام محمد بن عمر الواقدی کا ہے جن کو اولین سیرت نگار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ گو ان کی ثقاہت کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں مگر انھوں نے ابتدائی طور پر سیرت پر لکھنے کے شعور کو اجاگر کیا اور سیرت ومغازی کے حوالے سے بہت سا مواد جمع کر دیا اس لیے ذیل میں ہم واقدی کی شخصیت اور سیرت پر اس کے کام کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

پیدائش:

محمد بن عمر الواقدی کا شمار اسلام کے اکابر مؤرخین میں ہوتا ہے۔ اپنے شاگرد ابن سعد کی روایت کے مطابق ۱۳۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔(۱) واقدی کی نسبت اس کے جدّ امجد کی وجہ سے ہے جس کا نام واقد تھا۔ آپ کے والد کا نام عمر اور بیٹے کا نام عبداللہ تھا جس کی وجہ سے انھیں ابوعبداللہ بھی کہا جاتا ہے(۲) واقدی کا پورا نام محمد بن عمر بن واقدی الاسلمی ابوعبداللہ المدنی تھا۔(۳)

حالات زندگی:

واقدی ابتدا سے ہی مغازی اور سیرۃ النبی ﷺ سے متعلق معلومات جمع کرنے اور درس وتدریس میں مگن رہتے تھے خطیب بغدادی لکھتے ہیں

رأینا الواقدی یوما جالسا الی أسطوانة فی مسجد المدینة فھو یدرس فقلنا له ؛ای شئی تدرس؟ فقا ل جزء من المغازی(۴)

ہم نے ایک دن واقدی کو مدینہ کی مسجد میں ستون کے ساتھ درس دیتے ہوئے دیکھا ہم نے پوچھا کس چیز کا درس دے رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، مغازی کے کچھ حصے کا درس دے رہا ہوں۔

۷۸۶ء میں جب عباسی خلیفہ ہارون الرشید حج کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو اس موقع پر خلیفہ کے ساتھ واقدی کا تعارف بحیثیت ایک معلم کے کیا گیا۔(۵)

محمد بن عمر الواقدی کا تعلق مدینے کے موالی طبقے سے ہے، ان کی ماں سائب خاثر کی پر پوتی تھیں۔(۶) یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے مدینے میں شاعری کی تھی (۷) اور اس کا باپ جنگی قیدی بنا کر ایران سے لایا گیا تھا۔ اس لحاظ سے واقدی کی رگوں میں کچھ عجمی خون بھی گردش کر رہا تھا۔ اپنے وطن مدینہ میں واقدی نے مشہور محدثوں سے احادیث نبویﷺ کی سماعت کی تھی اور جب خلیفہ ہارون الرشید مدینے کی زیارت کے لئے آیا تو مدینے کے مقامات مقدسہ کی راہ نمائی کے لئے واقدی ہی کا نام تجویز ہوا تھا۔

چناچہ واقدی نے ان تمام مقامات کی نشاندہی کی جن کے بارے میں خلیفہ کو معلومات مطلوب تھیں رات بھر واقدی نے انھیں مدینہ منورہ کا ہر وہ گوشہ بتایا جن کے ساتھ اسلامی تاریخ کی کوئی یادوابستہ تھی۔ صبح ہوئی تو خلیفہ ہارون الرشید نے دس ہزار درہم کی خطیر رقم دے کر انھیں رخصت کیا جس سے واقدی نے اپنا قرضہ ادا کیا۔(۸)

ابتدائی طور پر واقدی مدینہ میں گندم بیچا کرتے تھے، اس کاروبار کے لئے ان کے پاس ایک لاکھ درہم تھے، مرورِ زمانہ کے ساتھ یہ درہم ختم ہو گئے اس کے حالات نے پلٹا کھایا، واقدی قرض تلے دب گیا اور گردش ایام کا شکار ہو گیا تو قرض کے باعث ۱۸۰ھ/ ۷۹۶ء میں بغداد چلے گئے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کا اکرام کر کے تین ہزار درہم عطا کیے۔(۹)

آپ طبعاً انتہائی سخی آدمی تھے اور کل کے لئے بچت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ آپ جود وسخا کے لئے مشہور تھے اور ایثار و ہمدردی کا عملی نمونہ تھے۔ آپ خلافت عباسیہ میں بڑے مناصب پر فائز رہے، اور ان کی طرف سے انعام و اکرام بھی پاتے رہے لیکن سخاوت اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ آپ پر زکوۃ کبھی واجب نہیں ہوئی۔(۱۰)

آپ کی دریا دلی انتہا کی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو کفن کے انتظام کے لئے رقم نہیں تھی۔ تو خلیفہ مامون الرشید (م۸۳۳ء) نے ان کے لئے کفن کا انتظام کیا۔ خلیفہ ہارون الرشید (۷۶۳ء،۸۰۹ء) نے واقدی کو بغداد کے مشرقی حصے کا قاضی مقرر کیا تھا۔(۱۱)

مامون الرشید نے آپ کو المہدی کے لشکر کا قاضی مقرر کیا تھا یہ جگہ رصافہ بھی کہلاتی تھی اور یہی بغداد سے مشرق کی جانب واقع تھی۔(۱۲) اور وکیع نے بھی لکھا ہے کہ واقدی بغداد کے مشرقی حصے کے قاضی تھے۔(۱۳) واقدی انتہائی علم دوست تھے اور بالخصوص احادیث کے ساتھ آپ کا خصوصی شغف تھا۔

واقدی بہت اچھے حافظے کا مالک تھا، آپ خود فرماتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کی کتابیں ان کی حافظے سے زیادہ ہیں لیکن میرا حافظہ میری کتابوں سے زیادہ ہے۔(۱۴) لیکن اس کے باوجود آپ قرآن پاک حفظ نہ کر سکے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:من سعة علمه و کثرة حفظه لایحفظ القرآن (۱۵)

آپ کا حافظہ بھی بڑا قوی تھا ایک محدث مجاہد بن موسیٰ کا کہنا ہے کہ انہوں نے واقدی سے زیادہ صاحب حافظہ کسی کو نہیں دیکھا (۱۶) اور آپ کے ایک شاگرد ابن سعد کا قول ہے کہ واقدی فرمایا کرتے تھے کہ لکھاری کی کتب اس کے حافظے سے ضرور زیادہ ہوتی ہیں، مگر ان کا حافظہ ان کی کتب سے زیادہ ہے۔(۱۷) مغازی کو تحریری شکل میں لانے کے لئے ابتداء ان کو الواح کی صورت میں محفوظ کر لیا گیا تھا محدث یعقوب نے واقدی کی الواح کا ذکر کیا ہے۔(۱۸)

بعد میں اس کو کاغذ پر منتقل کیا گیا اس زمانے میں کاغذ اور روشنائی اس طرح نہ تھی، جس طرح آج کل اس کی سہولت ہے، نہ تو اس طرح کے مسلسل لکھنے والے قلم تھے اور نہ اتنی وافر مقدار میں اتنا اچھا کاغذ ہوتا تھا پھر بھی وراقوں (کاغذیوں) سے واقدی نے کاغذ حاصل کئے اور ان پر اپنی تحریرات نوشتہ کیں۔

واقدی کے تلامذہ:

واقدی کی وفات کے بعد آپ کے شاگرد کتاب السیر والمغازی کی باقاعدہ طور پر روایت کرتے رہے اور اس طرح یہ تسلسل جاری رہا۔

ان تلامذہ میں امام شافعیؒ (محمد بن ادریس الشافعیؒ) بھی تھے جو اپنے زمانے کے امام الفقہاء اور تاج العلماء تھے۔ آپؒ ۲۰۴ھ/ ۸۱۹ء کو واقدی سے قبل فوت ہوئے۔ انہوں نے بھی واقدی سے روایات کی ہیں۔ امام شافعیؒ ۱۹۵ھ/ ۸۱۰ء کو بغداد آئے تھے۔(۱۹)

واقدی کے ایک اور شاگرد ابوعبید القاسم بن سلام اخبار کے چوٹی کے عالم وماہر تھے۔ آپ ۲۲۴ھ/ ۸۴۸ء کو فوت ہوئے، انہوں نے واقدی سے روایت کی۔ اس طرح واقدی کی کتاب السیر والمغازی کی روایت جاری رہی۔

حامد بن یحییٰ البلخی جو ۲۴۲ھ/ ۸۵۶ء کو فوت ہوئے، واقدی کے تلامذہ میں سے تھے اور ثقہ تھے۔ آپ نے واقدی سے روایت کر کے اپنے زمانے تک کتاب السیر والمغازی کو محفوظ رکھا۔(۲۰)

واقدی کے بڑے تلامذہ میں سے ایک الحسن بن عثمان ابوحسان الزیادی تھے جو ۲۴۲ھ/ ۸۵۶ء کو فوت ہوئے۔ بڑے عالم وفاضل، ثقہ اور امانت دار تھے۔ ایام الناس اور تاریخ کے ماہر تھے۔ آپ نے واقدی سے

مغازی کی روایت کر کے اسے محفوظ کیا۔(۲۱)

واقدی کے ایک شاگرد **محمد بن یحییٰ بن ابی حاتم الازدی البغدادی** تھے۔آپ ۲۵۲ھ/۸۲۲ء کو فوت ہوئے۔اہل بصرہ میں تھے اور بغداد میں بھی رہے۔واقدی سے مغازی کی روایت کرتے رہے،آپ ثقہ راوی تھے۔(۲۲)

واقدی کے شاگردوں میں سے **احمد بن منصور الرمادی** بھی شامل ہیں جو ۱۳۲ھ/ ۷۹۸ء کو فوت ہوئے۔ آپ نے خاص طور پر واقدی کی کتاب المغازی کی روایت کی ہے۔اس طرح آپ نے ۲۶۶ھ/ ۸۷۹ء تک کتاب المغازی کو زندہ رکھ کر آگے بڑھایا۔(۲۳)

محمد بن اسحاق بن جعفر یا محمد بن اسحاق بن محمد ابو بکر الصاغانی بغداد میں رہے۔آپ واقدی کے شاگرد تھے اور اہل بغداد، مکہ، شام اور مصر کے علماء و اخباریوں سے روایت لی۔آپ ثقہ تھے اور ۲۷۰ھ/۸۸۳ء کو فوت ہوئے۔(۲۴)

واقدی کے تلامذہ میں سے ایک **محمد بن الفرج الازرق** بھی ہیں جو ۲۸۱ھ/۸۹۴ء یا ۲۸۲ھ/ ۸۹۵ء کو فوت ہوئے۔آپ نے واقدی سے روایت کی اور ان روایات کے ذریعے ۲۸۱ھ/۸۹۴ء یا ۲۸۲ھ/ ۸۹۵ء تک **کتاب المغازی** کی روایات کو زندہ رکھا۔(۲۵)

واقدی کی **کتاب المغازی** کی روایت کرنے والوں میں **ابو عمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن حیویہ** بھی شامل ہیں۔آپ ۳۸۲ھ/۹۹۲ء کو فوت ہوئے۔آپ بغداد میں بھی رہے۔آپ نے کتاب المغازی کی روایت کیا و راس سلسلے کو ۳۸۲ھ/۹۹۲ء تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔(۲۶)

وفات:

محمد ابن عمر الواقدی انتہائی مصروف اور علمی مشاغل سے لبریز زندگی گزارنے کے بعد خلیفہ مامون الرشید کے دور خلافت میں ۲۰۷ھ/۸۲۲ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔خطیب بغدادی نے ایک روایت کے مطابق واقدی کی تاریخ وفات ۲۰۷ھ/۸۲۲ء اور دوسری روایت کے مطابق ۲۰۹ھ/۸۲۴ء ذکر کی ہے لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔(۲۷) جزری نے بھی واقدی کی تاریخ وفات ۲۰۹ھ/۸۲۴ء ذکر کی ہے۔(۲۸) وکیع نے بیان کیا ہے کہ جب محمد بن عمر الواقدی محرم ۲۰۸ھ/۸۲۳ء میں فوت ہوئے تو مامون الرشید نے ابو عمر محمد بن عبدالرحمٰن کو مکہ کا قاضی مقرر کیا۔(۲۹)

ان تمام روایات میں محمد بن سعد کاتب الواقدی کی روایت زیادہ وثیق اور معتبر ہے جس کے مطابق واقدی بروز پیر گیارہ ذوالحجہ ۲۰۷ھ/۸۲۲ء کو وفات پا گئے اور اسی روز مقبرہ خیزران میں دفن ہوئے۔اس

وقت آپ کی عمر ۷۸ دسال تھی (۳۰) اور محمد بن سماعة التميمی جو بغداد کے غربی حصے کے قاضی تھے نے واقدی کی نماز جنازہ پڑھائی۔

محمد بن واقدی کی تصانیف:

واقدی کثیر التصانیف مصنف تھے ان کی شخصیت کی طرح ان کی تصانیف نے بھی اسلامی دیار وامصار میں شہرت وقبولیت حاصل کی۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

''وهو ممن طبق شرق الأرض وغربه ذكره ولم يخف على أحد عرف أخبار الناس أسوه وسارت الركبان بكتبه فی فنون العلم من المغازی والسير والطبقات واخبار النبیﷺ والأحداث التی كانت فی وقته وبعد دفاته صلی الله عليه وسلم، وكتب الفقه، واختلاف الناس وغير ذلك''(۳۱)

''واقدی ان لوگوں میں ہیں جن کے تذکروں سے مشرق ومغرب معمور ہے اور جن سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے اور مختلف علوم وفنون میں جن کی تصانیف دیار وامصار کا تحفہ ہیں۔ یہ تصانیف مغازی وسیر، طبقات وتراجم، آنحضرتﷺ کے حالات وواقعات اور آپﷺ کی وفات کے بعد کی تاریخ نیز فقہ اور فقہی مسائل میں ائمہ کے اختلاف وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔''

ابن ندیم نے ''الفہرست'' میں واقدی کی اٹھائیس (۲۸) تصانیف کے نام شمار کرائے ہیں۔ ہم ذیل میں انہیں کی ترتیب اور عنوان کے مطابق ان کے نام درج کرتے ہیں:

۱. كتاب التاريخ والمغازی والمبعث	۲. كتاب اخبار مكة
۳. كتاب الطبقات	۴. كتاب فتوح الشام
۵. كتاب فتوح العراق	۶. كتاب الجمل
۷. كتاب مقتل الحسين رضی الله عنه	۸. كتاب السيرة
۹. كتاب ازواج النبیﷺ	۱۰. كتاب الردة والدار
۱۱. كتاب حرب الاوس والخزرج	۱۲. كتاب صفين
۱۳. كتاب وفاة النبیﷺ	۱۴. كتاب أمر الحبشة والفيل
۱۵. تاب المناكح	۱۶. كتاب السقيفة وبيعة أبی بكر
۱۷. كتاب ذكر القرآن	۱۸. كتاب سيرة ابی بكر ووفاته

۱۹. كتاب مراعی قريش والانصار فی القطائع ووضع عمر الدواوين، وتصنيف القبائل ومراتبها وأنسابها

۲۰. كتاب الرغيب فی علم القرآن وغلط الرجال

۲۱. كتاب مولد الحسن والحسين ومقتل الحسينؓ

۲۲. كتاب ضرب الدنانير والدراهم ۲۳. كتاب تاريخ الفقهاء

۲۴. كتاب الآداب ۲۵. كتاب التاريخ الكبير

۲۶. كتاب غلط الحديث ۲۷. كتاب السنة والجماعة وذم الهودی

۲۸. كتاب ألاختلاف. (۳۲)

ابن ندیم کے بعد کے مصنفین معمولی لفظی اختلافات کے ساتھ تقریباً یہی فہرست دہراتے رہے ہیں۔ اس لئے دوسروں کے بیانات کے نقل اور اعادے کی حاجت نہیں۔ واقدی کے بعض تصانیف ایسی بھی ہیں جو درحقیقت ان کی تصنیف نہیں ہیں لیکن ان کی شہرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے نام سے شائع کردی گئی ہیں۔ بروکلمان نے اس ضمن میں درج ذیل کتابوں کے نام شمار کرائے ہیں۔

۱. ''فتوح الشام'' طبع قاهره وبمبئی وكان پور ۲. ''فتوح مصر'' طبع كلكته

۳. ''فتوح آرمينية'' طبع جو تنجن ۴. ''فتوح البهنسا'' طبع قاهره

۵. ''فتوح افريقه'' طبع تيونس ۶. ''فتوح العجم والعراق'' طبع منهد

۷. ''فتوح الاسلام ببلا دالعجم وخراسان'' طبع قاهره. (۳۳)

محمد بن عمر واقدی آئمہ علم جرح وتعدیل کی نظر میں:

امام ذہبی فرماتے ہیں:

وجمع فاوعیٰ، وخلط الغث بالسمين، والخرز بالدر الثمين، فاطر حوه لذالک، ومع بهذا فلا يستغنیٰ عنه فی المغازی وأيام الصحابة وأخبارهم(۳۴)

''معلومات کو جمع کیا اور انھیں اچھے طرح ذہن نشین کیا، کھرے اور کھوٹے، قیمتی موتی اور عام منکوں کو آپس میں خلط ملط کردیا۔ اسے وجہ سے محدثین نے ان کو ناقابل التفات سمجھا ہے، لیکن اس سب کے باوجود مغازی اور صحابہ کرام کے حالات وواقعات کے حوالے سے اس سے مستغنی نہیں ہوا جاسکتا''۔

ہم دیکھتے ہیں کہ علم جرح وتعدیل کے ماہرین میں سے دو قسم کے آئمہ کرام سامنے آتے ہیں ان میں سے ایک واقدی کی ثقاہت کو تسلیم کرتے ہیں جبکہ دوسری قسم کے آئمہ واقدی کو ضعیف مانتے ہیں۔

واقدی کی ثقاہت پر گفتگو کرنے والوں میں سے عبدالعزیز بن محمد دراوردی فرماتے ہیں:

الواقدی امیر المومنین فی الحدیث(۳۵)

''واقدی حدیث میں مومنوں کا امیر ہے''

یزید بن ہارون کہتے ہیں:

محمد بن عمر واقدی ثقة(۳۶)

''محمد بن عمر الواقدی ثقہ ہیں''

محمد بن عبداللہ بن نمیر کہتے ہیں:

أما حديثه عنا فمستوى وأما حديث اهل المدينة فهم اعلم به(۳۷)

''اس کی حدیث ہم سے تو برابر ہے لیکن اہل مدینہ کی حدیث کے بارے میں وہی زیادہ جاننے والے ہیں''

یہ بات واضح رہے کہ تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب میں عنا کی بجائے ھنا کا لفظ ہے۔

مصعب بن عبداللہ الزبیری کہتے ہیں:

والله مارايت مثله قط(۳۸)

''اللہ کی قسم میں نے اس جیسا شخص کبھی نہیں دیکھا''

محمد بن اسحاق الصاغانی کہتے ہیں:

لولا أنه عندی ثقة ماحدثت عنه(۳۹)

'اگر واقدی میرے نزدیک ثقہ نہ ہوتا تو میں اس سے روایت نہ کرتا''

دوسری قسم کے وہ آئمہ جو واقدی کو ضعیف مانتے ہیں:

واقدی کے بارے میں امت مسلمہ کے بہت بڑے امام مذاہب اربعہ میں سے ایک نام محمد بن ادریس الشافعی کا ہے وہ فرماتے ہیں:

كتب الواقدی كذب(۴۰)

''واقدی کی کتابیں جھوٹ کا پلندہ ہیں''

علم جرح وتعدیل کے امام یحیٰی بن معین کہتے ہیں:

أغرب الواقدی علی رسول الله عشرین ألف حدیث(۴۱)

''واقدی نے رسول اللہ سے بیس ہزار انوکھی حدیثیں بیان کیں''۔

دوسری جگہ فرمایا **الواقدی لیس بشیء(۴۲)**

''واقدی کی کوئی حیثیت نہیں''

امام احمد بن حنبل جو کہ بلند درجہ کے آئمہ نقد میں شمار ہوتے ہیں اور توثیق میں اعتدال پسند جبکہ جرح میں منصف مزاج آئمہ میں شامل ہیں واقدی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

ھو کذاب(۴۳)

کہ وہ جھوٹا ہے، دوسری جگہ امام صاحب نے ان الفاظ میں موصوف پر جرح کی ہے:

یقلب الاحادیث او یرکب الاسانید(۴۴)

''احادیث میں ردوبدل کرتا تھا یا اسانید گھڑتا تھا''

اگر دونوں آئمہ کی آراء کا محاکمہ کیا جائے تو ساتویں ہجری کے عظیم مؤرخ ابن خلکان کہتے ہیں:

ضعفوہ فی الحدیث وتکلموا فیہ(۴۵)

''آئمہ جرح وتعدیل نے اس کو حدیث میں ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے بارے میں کلام کی ہے''

امام ذہبی سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں:

محمد بن عمر واقد الله سلمی مولهم الواقدی المدینی القاضی،صاحب التصانیف والمغازی العلامة الإمام أبو عبد الله أحد أو عیة العلم علی ضعفه متفق علیه(۴۶)

''ابوعبداللہ علامہ امام، قاضی محمد بن عمر واقد جو اسلمی قبیلہ کے غلام مدنی اور صاحب تصانیف ومغازی ہیں نیز علم کے خزانوں میں سے ہونے کے باوجود بالاتفاق ضعیف ہیں''

مگر اس کے باوجود واقدی سیرۃ، مغازی، فتوح اور فقہ میں سند کا درجہ رکھتا ہے(۴۷) تاریخ میں اس کی دلچسپی فی الواقع ظہور اسلام سے شروع ہوتی ہے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس نے زمانہ جاہلیت کے وقائع پر بہت کم توجہ دی ہے اور اس سے بھی کمتر وہ تاریخ رسالت کی طرف التفات کرتا ہے چنانچہ ابراہیم الحربی کا قول ہے کہ الواقدی عہد اسلامی کا سب سے زیادہ جاننے والا تھا مگر دور جاہلیت پر اس کی معلومات صفر تھیں(۴۸) اگرچہ واقدی متروک

ہے مگر حجاز کے مقامات اور غزوات وسرایا اور دوسرے واقعات کے محل ومقامات کو جتنا صحت وصفائی سے واقدی بیان کرتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ واقدی کی واقفیت اور علمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا مگر اس میں شک نہیں کہ ان کے تفصیلی بیانات سب سے مشتبہ ہیں۔

واقدی متروک ہیں مگر ان کے ایک شاگرد محمد بن سعد مقبول اور بڑے پایہ کے شخص ہیں۔ ان کی کتاب طبقات ابن سعد بہت مشہور اور بہت مقبول کتاب ہے۔ صحابہ کرامؓ کے حالات میں اس سے پہلے اتنی بڑی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ (۴۹)

واقدی پر شیعیت کا الزام:

الفہر ست میں الواقدی کو شیعہ بتایا گیا ہے مگر وہ معتدل شیعہ تھا۔ حضرت علی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے تعریفی کلمات جو ہمیں ابن اسحاق کے ہاں ملتے ہیں الواقدی نے یا تو نقل ہی نہیں کیے یا انھیں ہلکا کر کے پیش کیا ہے چناچہ الواقدی نے حضرت علیؓ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل نہیں کیا جو ابن اسحاقؒ کی سیرۃ میں موجود ہے۔

"افلا ترضی یا علی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون وموسی."

''اے علی کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ میرے ساتھ تمہارا وہی درجہ ہے جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا''۔

اسی طرح وہ کلمات جو رسول اللہ نے سورۃ توبہ نازل ہونے کے وقت ارشاد فرمائے تھے اور جو ابن اسحاق نے نقل کیے ہیں۔

لا یؤدی عنی الا رجل من اھل بیتی (۵۰)

حضرت علیؓ کی منقبت کے کلمات کو حذف کر دینا یا انہیں ہلکا کر کے پیش کرنا ایک ایسے مؤلف سے حیرت انگیز ہے جسے شیعیت سے متصف کیا جاتا ہو۔ اس کی تاویل میں بس وہی بات کہی جا سکتی ہے۔ جو ابن الندیم نے اپنے قول پر بطور توضیح کہی ہے کہ الواقدی تقیہ کیے ہوئے تھا یعنی وہ اپنے تشیع کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا (۵۱)

بعض دوسرے مقامات پر الواقدی نے جہاں حضرت علیؓ کے لئے مدح کے اقوال لکھے ہیں وہیں ایسی باتیں بھی درج کر دی ہیں جو ان کے خلاف پڑتی ہیں۔

یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ الفہر ست کا مؤلف سب سے پہلا اور شاید تنہا مؤلف ہے جس نے الواقدی کو شیعہ بتایا ہے۔ حتیٰ کہ شیعوں کی کتب رجال میں بھی اس کا نام نہیں پایا جاتا۔ (۵۲)

کتاب المغازی کا تعارف:

الواقدی کی اتنی ساری تصانیف میں اگر کوئی کتاب مکمل حالت میں ہم تک آئی ہے تو وہ اس کی ''**کتاب المغازی**'' ہی ہے۔ **الفریڈ فان کریمر** نے اس کتاب کا پہلا تہائی حصہ ببلوتھکا انڈیکا میں شائع کیا تھا۔ یہ اس ناقص مخطوطہ پر مبنی تھا جو اسے دمشق میں ملا تھا۔ اسی کتاب کا ایک ناقص اور دوسرا کامل مخطوطہ برٹش میوزیم میں بھی محفوظ ہے۔ جرمن زبان میں اس کا خلاصہ **جو لیس ویل ہائوزن** نے ''**محمد**ﷺ **مدینہ میں**'' کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ وہ انہیں نسخوں پر مبنی ہے۔

اپنی کتاب المغازی کے آغاز میں الواقدی نے ان راویوں کی ایک فہرست درج کی ہے جن سے وہ بکثرت روایت کرتا ہے۔ اس میں ۲۵ نام ہیں۔ اس کے شاگرد ابن سعد نے بھی ان میں سے گیارہ راویوں کے لئے کہا ہے کہ یہ الواقدی کے اہم رواۃ میں سے ہیں۔ (۵۳)

اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ الواقدی نے ابن اسحاق کی کتاب سے فائدہ اٹھایا تھا بلکہ ہم یہاں تک کہہ سکتے ہیں کہ اس نے اپنے متقدمین میں سب سے زیادہ مواد اسی سے اخذ کیا اور شاید یہی سبب ہو کہ اس نے ابن اسحاق کا نام ہی سرے سے اڑا دیا تا کہ اس کا بار بار ذکر کرنے سے یہ ظاہر نہ ہو کہ وہ کتنا زیادہ استفادہ اس سے حاصل کر رہا ہے بس آخر میں اس نے **وغیرھم قد حدثنی** ایضاً ہی کے تحت ابن اسحاق کو رکھنا گوارا کیا۔

الواقدی نے ابن اسحاق کے علاوہ بھی ان تمام مصادر سے استفادہ کیا تھا جن کا حصول کسی طرح بھی اس کے لئے ممکن تھا، اس کے یہاں بہت کچھ وہ ہے جو ابن اسحاق کے یہاں بھی نہیں ملتا یا کم سے کم ابن اسحاق نے ان راویوں کے حوالے سے بیان نہیں کیا جن کا نام الواقدی لکھتا ہے۔ الواقدی قصائد کا استعمال بھی کثرت سے کرتا ہے اگر چہ اس کی کتاب کے جو مخطوطات ہمیں ملتے ہیں ان میں بہت سے قصائد نہیں پائے جاتے، اس کا سبب یا تو یہ ہوگا کہ خود الواقدی نے ان مواقع پر یہ اشعار چسپاں نہیں کیے تھے، یا یہ بھی کہ سکتے ہیں کہ بعد کے ناقلوں میں سے کسی نے تلخیص کرتے ہوئے ان اشعار کو حذف کر دیا ہوگا۔ (۵۴)

اپنے متقدمین کی تحریروں کے علاوہ الواقدی نے بنیادی وثائق اور دستاویزات سے بھی استفادہ کیا ہے، ان دستاویزوں کا حوالہ دیتے ہوئے وہ کبھی تو اپنے شیوخ کے نقل کردہ متن پر انحصار کرتا ہے اور کبھی اپنی تحقیق ذاتی سے اس کی عبارت درج کرتا ہے، یہ کبھی تو متقدمیں کی عبارت سے مطابق ہوتی ہے اور کبھی اس کی اپنی

معلومات پر مشتمل ہوتی ہے۔(۵۵)

کتاب المغازی میں الواقدی نے رسول اللہ کے بعض احکام اور معاہدے درج کیے ہیں ابن سعد کے یہاں اس فصل میں جو رسائل نبوی ﷺ سے متعلق ہے زیادہ تر الواقدی ہی کے اس مجموعہ پر اعتماد کیا ہے جو اس نے اپنے اور اپنے شیوخ کی محنت سے فراہم کیا تھا۔

جلد اول:

اس وقت یہ کتاب تین جلدوں میں ہے کتاب کا آغاز ہجرت کے واقعات سے ہوتا ہے اور اس ابتدائی تمہید میں چند مہمات کے بعد غزوہ بدر کا ذکر ہے۔ یہ غزوہ تبوک کے بعد جیش اسامہ پر ختم ہو جاتی ہے۔

جلد دوم:

غزوات کے ساتھ ساتھ دوسری بے شمار تفاصیل بھی واقدی کی اس کتاب میں موجود ہیں عہد نبوی ﷺ میں بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔ مختلف قبائل کے ساتھ ہونے والے معاہدات کا پس منظر کیا تھا۔

جلد سوم:

تاریخ کے طالب علم کے نزدیک واقدی کی جو خوبی ہے وہ محدثین کے ہاں قابل اعتراض بات ہے۔ مثال کے طور پر جب وہ رسول اللہ کی ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہیں تو پورے واقعہ کا مکمل نقشہ بیان کرنے سے پہلے تقریباً پچیس راویوں کے نام دے کر لکھتے ہیں۔

۱۔ واقدی نے مغازی کے علاوہ براہ راست سیرت کے مختلف پہلوؤں پر، طبقات پر رسول اللہ ﷺ سے متعلق بہت سے ایسے معاملات پر جو عام سیرت نگار اس وقت بیان نہیں کرتے تھے ان سب کو اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا۔ علاوہ ازیں واقدی ایک بہت بڑے فقیہ اور قاضی تھے۔ انہوں نے بین الاقوامی قانون پر کام کیا تھا وہ بھی آج موجود ہے۔

۲۔ تذکرہ نگاروں نے واقدی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ انتہائی باکردار اور بااخلاق شخصیت تھے جود و سخا میں مشہور تھے۔

۳۔ خطیب بغدادی جو خود ایک بہت بڑے محدث ہیں اور علم حدیث کے آئمہ میں ان کا شمار ہے علوم حدیث پر ان کی کتابیں بہت اونچا مقام رکھتی ہیں انہوں نے واقدی کے بارے میں لکھا ہے کہ واقدی نے مشرق سے لیکر مغرب تک دنیائے اسلام کے لوگوں سے کسب فیض کیا۔ ان کا ذکر مشرق و مغرب میں ہر

جگہ موجود ہے۔اور کسی شخص کے لئے جو سیرت اور ابتدائی تاریخ اسلام سے شغف رکھتا ہو یہ ممکن نہیں ہے کہ واقدی کی تحقیقات ،تصنیفات اور کارناموں سے صرف نظر کر سکے۔

۴۔ مغازی اور سیرت نبوی ﷺ کے بارے میں تمام مؤرخین اور سیرت نگاروں نے تسلیم کیا ہے کہ مغازی کے بارے میں ان سے زیادہ جاننے والا کوئی اور آدمی اس وقت دنیائے اسلام میں موجود نہیں تھا۔محمد بن سلام الجمحی ایک مشہور مؤرخ اور ادیب ہیں ان کے مطابق واقدی اپنے زمانے کا سب سے بڑا عالم تھا جو مغازی کے علم کے بارے میں واقفیت رکھتا تھا۔

واقدی کی سوانح حیات کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ بہت اچھے لکھاری تھے حتی کہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کتابوں کی چھ سو بھاری گٹھڑیاں لکھی تھیں جنہیں دو آدمی بمشکل اٹھا سکتے تھے۔یہی حال ان کے علم و فضل کا تھا۔انہوں نے اصحاب علم و فضل سے خوب خوب استفادہ کیا وہ اتنے ذہین اور حافظ الروایات تھے،کہ جو سنا اور جیسے سنا انہی الفاظ میں یاد کیا اور تحریر کیا۔وہ خود کہا کرتے تھے کہ جب بھی اس کے سامنے کسی نے کوئی روایت بیان کی تو اس نے اسے لکھا اور جب بھی کسی نے کسی کے سامنے کوئی روایت بیان کی اور وہ روایت ایسی ہوتی کہ اس پر لوگ کان دھرتے تو اس نے اسے من وعن تحریر کیا۔(۵۶)

۵۔ واقدی کی زندگی کا بیشتر حصہ مدینہ منورہ میں اور بہت تنگدستی میں گزرا مدینہ منورہ میں وہ دن رات اسی کام میں مصروف رہتے تھے۔ان کا طریقہ یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کے خاندانوں کے پاس جایا کرتے تھے ان سے پوچھ پوچھ کر وہ دستاویزات جمع کرتے تھے جو حضور ﷺ کے زمانے میں اس خاندان میں چلی آ رہی ہوں۔

واقدی کا انداز کتابت:

۱۔ ایک اہم خدمت جو واقدی نے کی ہے وہ غزوات اور سیر کا فقہی پہلو ہے وہ خود بھی حدیث کے بڑے عالم تھے۔اختلاف حدیث پر کتاب لکھی ہے قاضی بھی تھے اور فقہ بھی جانتے تھے۔اس لئے ان کو ان غزوات کے فقہی، دینی اور قانونی پہلوؤں سے بھی دلچسپی تھی۔ہر غزوہ اور ہر بڑے واقعہ کے بعد قرآن پاک میں اس پر جو تبصرہ آیا ہے وہ بھی نقل کیا ہے اور اس کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔

۲۔ واقدی کا انداز خالص مؤرخانہ ہے انہوں نے ایک منطقی اور مرتب ومربوط انداز سے معاملات اور تفصیلات کو بیان کیا ہے۔پہلے وہ مآخذ اور حوالہ جات بیان کرتے ہیں۔سب کے نام بتاتے ہیں۔واقعہ کو بیان کرتے ہیں تاریخ اور محل وقوع کو بیان کرتے ہیں۔متعلقہ معلومات دیتے ہیں کہ اس دستے کا

سربراہ کون تھا۔ اگر رسول اللہ ﷺ خود سربراہی فرما رہے تھے تو مدینہ میں جانشینی کے لئے کس کو چھوڑ کر گئے تھے۔ مسلمانوں کا شعار کیا تھا۔

۳۔ واقدی نے غزوات کی جو تفصیلات بیان کی ہیں ان میں اور دیگر سیرت نگاروں کے بیان کردہ واقعات میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے کہ واقعہ کا جو بنیادی حصہ ہے مثال کے طور پر غزوہ بدر کے جو اصل حقائق واقدی نے بیان کئے ہیں۔ ان میں ابن اسحاق میں یا دیگر محدثین کے بیان کردہ واقعات میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔

۴۔ عام معاشرتی زندگی اور تمدنی اور ثقافتی امور ہیں ان میں سے کئی چیزوں کے بارے میں واقدی کے ہاں معلومات ملتی ہیں اس زمانے میں تجارتی کاروان اور قافلے کیسے جاتے تھے۔ ظاہر ہے عرب کے لوگ دور دراز علاقوں کے سفر کے لئے قافلوں میں جایا کرتے تھے۔ ''**رحلہ الشتاء والصیف**'' کا ذکر تو قرآن میں بھی ہے یہ قافلے کیسے جاتے تھے، حفاظت کا کیا انتظام تھا۔ یہ سب قسم کی تفصیلات واقدی کے ہاں ملتی ہیں۔

۵۔ واقدی نے جو معلومات جمع کی ہیں ان کے بارے میں محدثین کے تحفظات اور ملاحظات کے باوجود عام طور پر سیرت نگاروں نے واقدی کی جمع کردہ تفصیلات کو قبول کیا ہے۔ ایک مغربی مؤرخ نے لکھا ہے کہ واقدی نے سیرت اور غزوات کے بارے میں جو کچھ بھی بیان کیا ہے اس کے بیشتر حصہ کی تائید حدیث کی کتابوں سے ہو جاتی ہے حتیٰ کہ مسند امام احمد میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جو واقدی کے ان بیانات کی تائید کرتی ہیں جن کی عام کتب حدیث سے تائید نہیں ہوتی۔

۶۔ واقدی کی یہ کتاب یعنی کتاب المغازی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں 1855ء میں چھپی تھی ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کتاب کی اشاعت میں بہت دلچسپی لی۔ (۵۷)

واقدی کا اسلوب سیرۃ نگاری:

سیرت کے فن کو جس مؤرخ اور سیرت نگار نے اپنی زندگی بھر کی تحقیق اور کاوش سے چار چاند لگا دیئے جس نے مغازی پر ساری معلومات جمع کر کے ہمارے سامنے پیش کر دیں اور غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ حنین و ہوازن اس طرح ہمارے سامنے ہیں جیسے کسی کے سامنے فلم دکھا دی گئی ہو۔ یہ کارنامہ جس شخصیت کا ہے ان کا نام محمد بن عمر الواقدی ہے۔ محمد بن عمر الواقدی سیرت نگاروں میں بڑا نمایاں نام اور مقام رکھتے ہیں۔ محدثین کے نزدیک

واقدی متروک ہیں لیکن انہوں نے کس محبت، کس عقیدت اور کس محنت اور اہتمام کے ساتھ سیرت کے واقعات کو جمع کیا ان میں سے چند جھلکیاں درج ذیل ہیں۔

انہوں نے ساری عمر لکھنے پڑھنے میں گزار دی ابن ندیم نے واقدی کی لکھی ہوئی ۲۸ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں قرآن، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ کے موضوعات پر کتابیں شامل ہیں۔ واقدی نے بڑے بڑے اساتذہ سے کسب فیض کیا جن میں امام مالکؒ اور معمر بن راشدؒ بھی شامل ہیں۔ امام سفیان ثوریؒ بھی ان کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ برصغیر کے لوگوں کے لئے یہ بات قابل اعزاز ہے کہ سندھ کے ایک بزرگ ابو محشر نجیح السندھی جو بڑے سیرت نگار تھے وہ بھی واقدی کے اساتذہ میں شامل تھے۔

واقدی کے تقریباً تمام تذکرہ نگاروں نے یہ بات لکھی ہے کہ انہوں نے محض نظری طور پر معلومات جمع کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان مقامات کو دیکھنے کی کوشش کی اور ہر جگہ خود جا کر اس نقشہ اور اس جگہ کا معائنہ کو دیکھنے کی کوشش کی اور ہر جگہ خود جا کر اس نقشہ اور اس جگہ کا معائنہ کیا وہاں جو بھی جغرافیائی چیزیں موجود ہوتیں ان سب کو ضبط تحریر میں لاتے اور اس جگہ کا مکمل نقشہ بناتے۔

واقدی نے کتاب المغازی کے نام سے ایک بہت مفصل اور مربوط کتاب تیار کی یہ کتاب مخطوطات کی شکل میں طویل عرصہ تک لوگوں کو دستیاب رہی اور تقریباً ہر دور کے سیرت نگاروں نے ان مخطوطات سے استفادہ کیا ہے۔ اس مخطوطہ کی طباعت کی نوبت انیسویں صدی کے وسط میں آئی۔ (۵۸)

محمد بن عمر الواقدی کی کتاب المغازی کی تشکیل وتدوین:

آپؒ کو مغازی، سیرت، فتوح اور احکام کا گہرا علم حاصل تھا، لیکن آپؒ نے ان سب میں مغازی کو خصوصی توجہ دی۔ آپؒ مدینہ سے بغداد منتقل ہو گئے اور وہاں خلیفہ ہارون الرشید کے ہاں قاضی مقرر ہوئے۔ آپؒ چار سال تک اس عہدے پر فائز رہے۔ اس زمانے میں آپؒ نے مغازی کی تدریس کی اور لوگوں نے ان سے ان کی روایت لی۔ (۵۹)

آپؒ نے تیرہ چودہ سال کی عمر میں روایات جمع کرنا شروع کر دی تھیں۔ جیسا کہ ابو معتمر بن سلیمان بن طرخان بصری کا قول ابو یزید بن محمد بن عبدالاعلی صنعانی سے منقول ہے کہ میں نے اپنے باپ سے واقدی کی کتاب المغازی کے متعلق کہتے ہوئے سنا ہے کہ "سمعت أبي يقول: ماأعلم بعد

القرآن كتابا أصح ولا أحفظ من هذه السيرة‘‘(۶۰)

میں قرآن کے بعد اس کتاب السیرۃ سے زیادہ صحیح اور مستند کوئی کتاب نہیں جانتا۔

واقدی 50 سال تک مدینہ میں رہے اور یہاں پر تحدیث وروایت کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔اس وقت آپ کے پاس دو آدمی موجود ہوتے تھے، جو دن رات ان کی کتابیں لکھنے اور نقل کرنے پر مقرر کئے گئے تھے۔(۶۱) اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واقدی سیرۃ ومغازی اور دوسرے میدانوں میں تدوین وکتابت کرنے کا کتنا اہتمام کرتے تھے اور ہر واقعہ کو ضبط تحریر میں لاتے تھے تاکہ آئندہ کے لئے سند رہے۔ یہ ان کا علمی ذوق وشوق تھا۔

جب واقدی بغداد میں قاضی تھے تو ان کے علم وفضل اور سیر ومغازی میں ان کی مہارت کا اتنا چرچا تھا کہ خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے مامون الرشید نے ایک موقع پر کہا کہ: ’’ماقدمت بغداد إلا لأكتب كتب الواقدي‘‘(۶۲) یعنی میرے بغداد آنے کا مقصد صرف واقدی کی کتابوں کو لکھنے کا ہے۔

کتاب المغازی کی اشاعت:

واقدی کی کتاب المغازی کئی بار چھپ چکی ہے۔پہلی بار ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے ۱۸۵۵ء کو شائع ہوئی جبکہ دوسری بار مطبع کانپور منشی نولکشور ہند نے ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں شائع کیا۔ یہ نسخہ مختصر اور ناقص ہے۔تیسری بار اسے جرمن مستشرق ولہازن (Wellhausen) نے جرمن ترجمہ کے ساتھ ۱۸۸۲ء میں برلن سے شائع کیا۔چوتھی بار مطبع السعادۃ مصر نے ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۴۸ء کو معمولی کاغذ پر شائع کیا۔ یہ نسخہ بھی مختصر اور ناقص ہے۔پانچویں بار ۱۹۶۴ء میں دارالمعارف قاہرہ (مصر) نے اسے نہایت خوبصورت ایڈیشن تین جلدوں میں ڈاکٹر مارسڈن جونس (Dr. Marsden Jones) کی تعلیق وتحقیق کے ساتھ شائع کیا۔

چھٹی بار ۱۹۶۵ء میں اس نسخے کی دوبارہ اشاعت ہوئی۔ساتویں بار آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے ۱۹۶۶ء میں ڈاکٹر مارسڈن جونس Dr. Marsden Jones کے تعلیقات کے ساتھ شائع کیا۔آٹھویں بار اسے ۱۹۸۴ء میں عالم الکتب بیروت نے تین جلدوں میں ڈاکٹر مارسڈن جونس کی تعلیق وتحقیق کے ساتھ ہی شائع کیا۔نویں بار نشر دانش اسلامی ایران نے دو ضخیم جلدوں میں ڈاکٹر مارسڈن جونس کی تعلیق وتحقیق کے ساتھ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء کو شائع کیا۔

دسویں بار موسسۃ العلمی بیروت لبنان نے ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء کو تین جلدوں میں ڈاکٹر مارسڈن جونس کی

تعلیق وتحقیق کے ساتھ شائع کیا۔ایشیا ٹک سوسائٹی کلکتہ ۱۸۵۵ءاور جرمن مستشرق ولہازن کے نسخوں کے علاوہ باقی تمام آٹھ نسخے راقم نے خود دیکھے ہیں۔

اردو تراجم:

واقدی کی کتاب المغازی کے کئی اردو ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں جن میں پہلی بار مطبع منسی نولکشور کانپور (ہند) نے اسے اگست ۱۸۸۹ء میں مغازی الصادقہ کے نام سے شائع کیا۔ یہ نسخہ ۳۵۸ صفحات پر مشتمل ہے یہ ترجمہ پرانے طرز کی اردو میں ہے جو بے ربط جملوں پر مشتمل ہے اور قاری کے لئے اس سے استفادہ کرنا نہایت مشکل ہے۔

دوسری بار ادبیات لاہور نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔ یہ نسخہ ہو بہو مطبع نولکشور کا عکس ہے اس پر بشارت علی خان کا نام بطور مترجم تحریر ہے۔

کتاب المغازی کی خصوصیات:

محمد بن عمر الواقدی کی کتاب المغازی مطالعہ سیرت میں ایک بہت بلند مقام کی حامل ہے۔ یہ ایک اعلیٰ درجے کی بہترین اور منظم کتاب ہے جو اول تا آخر معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ ہے۔ واقدی اپنی کتاب المغازی کے شروع میں ایک ہی سند میں اپنے پچیس شیوخ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے متعلق یہ بھی کہتے ہیں'' **بعضهم اوعى لحديثه من بعض** '' کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے روایت کی زیادہ حفاظت کرنے والا اور بہت یاد کرنے والا تھا۔ اور ساتھ ہی وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ ان کے علاوہ اس نے دوسرے راویوں سے بھی یہ واقعہ سن لیا ہے۔ اس طرح ہر غزوہ اور سریہ کے بارے میں بھی سند کا پورا اہتمام کرتے چلے جاتے ہیں۔ اکثر واقعات میں واقدی درمیان میں بھی سند کا باقاعدہ ذکر کرتے ہیں ایسا کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ احادیث کی طرح سند کا کتنا اہتمام کرتے تھے۔(۶۳)

واقدی کی کتاب المغازی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اکثر کسی غزوے اور واقعے کی ضمن میں بار بار سند کے ذکر سے بچنے کی غرض سے مجموعی سند کے لئے'' قالوا'' اور ایک راوی کے لئے'' قال'' استعمال کرتے ہیں۔(۶۴)

سند بیان کرنے سے پہلے واقدی اپنے شیوخ اور شیخ سے سماع کے لئے **حدثني**، **فحدثني**، **وحدثني**، **وحدثنا**، **يحدث**، **فحدثت**، **حدثنيه**، **أخبرنا**، **أخبرني**، **أخبرنيه** جیسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ اس

کے علاوہ یقال، فیقال، وقال قائل، سمعتها، أملأها علي و أصحابنا يقولون اور عن جیسی اصطلاحات کے استعمال سے کتاب المغازی کو مزین کرتا ہے۔(٦٥)

واقدی ایک واقعہ سے متعلق مختلف روایات کا ذکر کرتے ہیں، لیکن اپنے تحقیقی مزاج کے مطابق وہ راجح اور صحیح قول کے لئے اچھوتی اصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں مثلاً'' وهو المثبت، والثابت عندنا، والمجتمع عليه عندنا، ولا اختلاف عندنا، والقول الأول، أثبت عندنا، وهو أثبت، وهذا الثبت عندنا، وليس بمجتمع عليه'' ان اصطلاحات کے استعمال سے واقدی کے بیان میں ثقاہت پیدا ہو جاتی ہے۔(٦٦)

کتاب المغازی کی خصوصیات میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ واقدی سند ذکر کرکے آخر میں بیان کرتا ہے کہ ان روایت کو'' فكتبت كل الذي حدثني ''(٦٧) میں بتامہ لکھا۔اس قسم کے بیانات سے یہ بات وضح ہو جاتی ہے کہ وہ تمام واقعات زبانی یاد کرنے کے علاوہ تحریر بھی کر رہے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ سند کے آخر میں لکھتے ہیں کہ'' وقد جمعت كل الذي حدثوني '(٦٨) میں نے تمام روایات جمع کرکے محفوظ کرلیا۔

آپ نے ابتدائی اہم سند ذکر کرنے کے بعد حضورﷺ کی مدینہ منورہ آمد، تمام غزوات وسرایا تاریخ وار مجمل طور پر بیان کرتے ہیں۔اس کے بعد آپ وہ غزوات گنتے ہیں جس میں حضورﷺ نے بذات خود شرکت فرمائی اور ساتھ ہی ۴۷ سرایا بھی گنتے ہیں۔پھر ان نائبین کا ذکر ترتیب وار کرتے ہیں جو آپﷺ نے اپنی عدم موجودگی میں مدینہ منورہ میں مقرر فرمائے تھے۔(٦٩)

واقدی ایک مناسب ترتیب کے ساتھ اپنی کتاب میں غزوات اور سرایا میں آپﷺ اور صحابہؓ کے شعار کو واضح کرکے بیان کرتے ہیں، مثلاً غزوہ بدر میں شعار یا منصور امت اور غزوہ احد کا شعار امت امت تھا جبکہ غزوہ خندق کا شعار'' حم لا ينصرون '' تھا۔(٧٠)

مغازی کی منظّم ترتیب واقدی بتاتا ہے کہ ہر غزوہ اور سریہ میں لشکر اسلام مدینے سے کس تاریخ کو نکلا اور کب واپس آیا۔مجاہدین میں شریک انصار اور مہاجرین کی تعداد کا بھی ذکر کرتے ہیں۔اس کے بعد غزوہ اور سریہ کے اسباب، واقعات اور نتائج باقاعدگی سے بیان کرتے ہیں۔جو ابواب طویل ہوتے ہیں، واقدی ان کے آغاز میں ایک کلیدی سند ذکر کرتا ہے، یہ لمبے ابواب بہت سی انفرادی روایت کا مجموعہ ہوتے ہیں۔آپ عام طور پر یہ بھی بتاتے ہیں کہ مدینے سے حضور اقدسﷺ کی عدم موجودگی میں مدینہ میں کس کس صحابی کو نیابت سونپی گئی تھی۔ان غزوات میں مسلمان شہداء اور مقتولین مشرکین کے نام بھی بیان کرتے ہیں۔اسلامی جھنڈوں اور ان کے رنگوں کو بھی ذکر کرتے

ہیں۔کتاب المغازی کے بیان کردہ تمام واقعات ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا کہ چشم دید گواہوں سے منسوب ہوں۔

واقدی اپنی کتاب المغازی میں غزوات وواقعات سے متعلق آیات قرآنیہ سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔ ایسی آیات جس کا تعلق کسی واقعہ سے ہوانہیں موقع بہ موقع ذکر کرکے ان کی تفسیر بھی کرتے ہیں۔(۷۱)

کتاب المغازی میں واقدی نے اشعار کا بہت کم استعمال کیا ہے،لیکن بعض مقامات پر آپ نے اشعار ذکر کیے ہیں۔کتاب المغازی میں بعض معاہدات نبوی ﷺ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔اور اس طرح آپ ﷺ کے معاہدات کی تفصیل محفوظ کرلی گئی ہے۔یہ کتاب مکتوبات نبوی ﷺ کے لئے ایک اہم مآخذ ہے(۷۲)

اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مختلف مقامات کا حدود اربعہ اور اس کے فاصلے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔(۷۳)اس طرح واقدی کے جغرافیہ کے علم کا اندازہ لگتا ہے۔

مصنف نے کتاب میں فقہی مسائل بھی بیان کئے ہیں۔جس سے پتہ چلتا ہے واقدی ایک اعلیٰ درجے کے فقہی مزاج کے مالک تھے۔اس سے آپ کی کتاب المغازی کی دامن بہت وسیع ہوگیا ہے(۷۴)

اس تفصیل کی بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کتاب المغازی نادر حقائق اور ایک قیمتی مجموعہ ہے جو بعد میں تحریر کیے جانے والے مآخذ سیرت کے لئے ایک ارہاص کا درجہ رکھتی ہے۔

تاہم اس کتاب میں کچھ ایسے پہلو موجود ہیں،جس کی وجہ سے اس پر گرفت کی جاسکتی ہے۔بعض واقعات سے متعلق تواریخ میں تضاد پایا جاتا ہے۔مثلاً واقدی نے غزوہ رجیع کو ہجرت کے ۳۶ ویں مہینے (ماہ صفر) کے شروع میں ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ اس غزوہ میں مسلمانوں پر حملہ سفیان بن خالد بن نبیح الہذلی کے قتل کے بعد ہوا لیکن دوسرے مقام پر آپ نے سفیان بن خالد بن نبیح الہذلی کے قتل کی تاریخ ہجرت کا ۵۴ واں مہینہ ماہ محرم ذکر کیا ہے۔

اس طرح ایک مقام پر واقدی نے حضرت یسار مولیٰ رسول اللہ ﷺ کی شہادت شوال چھ ہجری میں بیان کی ہے لیکن دوسرے مقام پر تقریباً ۱۱ مہینے بعد رمضان ۷ ہجری میں اس کو ۱۳۰ صحابہؓ کی قیادت کرتے ہوئے قبیلہ بنی عبد بن ثعلبہ کی جانب روانہ ہوتے ہوئے دکھایا ہے۔

اسی طرح آپ نے غزوہ بنی لحیان کو ایک بار ماہ ربیع الاول چھ ہجری میں دکھایا ہے جبکہ دوسری جگہ اس کو ماہ محرم چھ ہجری میں ذکر کیا ہے۔(۷۵)

خبیب بن عدی کے بارے میں واقدی نے غزوہ بن لحیان کے واقعات میں بیان کیا ہے کہ اس وقت آپ قریش کی قید میں تھے یہ غزوہ ربیع الاول چھ ہجری کو ہوا جبکہ دوسری طرف خبیب بن عدی کے قتل کو غزوہ الرجیع

کے واقعات میں بیان کیا ہے، جو ماہ صفر چار ہجری کو ہوا۔ جبکہ اس کے بعد کے واقعات کے لئے پورے سن ہجری کو بیان کیا ہے۔(۷۶)

بعض واقعات کے حوالے سے کتاب المغازی میں تکرار بھی موجود ہے مثلاً سریہ قطبہ بن عامر بجانب خشعم کو دو مقامات پر بیان کیا ہے۔ فتح مکہ کے وقت مسلمان شہداء اور مقتولین کفار کے بارے میں بھی تکرار سے کام لیا گیا ہے۔ کتاب میں بعض مقامات پر غیر ضروری تفاصیل درج کی گئی ہیں جن کا اصل واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے قاری بعض اوقات تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے(۷۷)

خلاصہ بحث:

ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمد بن عمر الواقدی ابتدائی سیرت نگاروں میں سے ہے اور انھوں نے سیر اور مغازی پہ جتنا مواد میسر آیا سب جمع کر دیا۔ اگر چہ اس مغازی میں کچھ غیر متعلقہ مواد بھی شامل کر دیا اور اس میں بہت سے ایسی چیزیں بھی شامل ہو گئی جن کو ہمارے محدثین قبول نہیں کرتے اور اکثر واقدی کو ثقہ نہیں سمجھتے اور اسے متروک جانتے ہیں۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے سیرۃ اور مغازی سے متعلق جو مواد اکٹھا کیا بعد میں آنے والے سیرت نگار ابن اسحاق وابن ہشام نے اس مواد کو حاصل کیا اور اس کی تحقیق و تدوین کی اور سیرۃ کے وہ پہلو جو الواقدی نے جمع کیے تھے ان کی تلخیص و تنقیح کر کے عوام الناس کے سامنے رکھ دیے جس سے بعد میں آنے والے تمام اہل علم نے استفادہ کیا اور اس علوم میں مزید اضافے کرتے چلے گئے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، دارالفکر بیروت، ۱۹۴۴ء، ج۵ص ۳۲۲

۲۔ السمعانی، ابوسعد عبدالکریم، الانساب، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۹۸۸ء، ج۵، ص ۵۶۶

۳۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن، ۱۹۰۸ء، ج۹، ص ۳۶۳

۴۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی، تاریخ بغداد، دارالفکر بیروت لبنان، ج۳، ص۷، ص

۵۔ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۴ص ۲۰۸

۶۔ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۵ص ۳۲۱

۷۔ الاصفہانی، ابی الفرج، کتاب الاغانی، مطبوعہ دارالکتب مصر، قاہرہ، ۱۹۲۷ء، ج۷، ص ۱۳۹

۸۔ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۴ص ۲۰۸

۹۔ الذہبی، امام شمس الدین محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء، دارالفکر بیروت لبنان، ۱۹۹۷ء، ج۹ص۴۶۴

۱۰۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳ص۲۰

۱۱۔ یاقوت الحموی، معجم الادباء، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۹۳۶ھ، ج۹، جزء۱۸، ص۲۷۹

۱۲۔ امام طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، مترجم ڈاکٹر محمد صدیق ہاشمی، نفیس اکیڈمی کراچی، ۲۰۰۴ء ج۳ص ۱۰۳۷

۱۳۔ وکیع محمد بن خلف حیان، اخبار القضاء، مطبع الاستقامۃ، قاہرہ، ۱۳۲۹ء، ج۳ص۳۲۶

۱۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳ص۶

۱۵۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳ص ۷

۱۶۔ واقدی، محمد بن عمر، کتاب المغازی، تحقیق وتعلیق: ڈاکٹر مارسڈن جونس Dr. Marsden Jones، مطبعۃ جامعۃ آکسفورڈ، ۱۹۶۶ء ج۱ص۲

۱۷۔ عبدالحی بن العماد الحنبلی، شذرات الذہب فی اخبار منذہب، دارالمیسرۃ بیروت، ج۲ص۱۸

۱۸۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳ص۹

۱۹۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۲ص ۵۶

۲۰۔ حافظ جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دارالعلمیہ بیروت لبنان۲۰۰۴ء، ج۵ص۳۲۶ تا ۳۲۷

۲۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۷ص۳۵۶

۲۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳ص۴۱۴ تا ۴۱۵

۲۳۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۵ص۳۵۰، تہذیب التہذیب ج۹ص۲۲۰

۲۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۱ص۲۴۰ تا ۲۴۱

۲۵۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۴ص۱۳۳

۲۶۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳ص۱۲۱،۱۲۲، الانساب، ج۲ص۳۰۱

۲۷۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳ص۲۰ تا ۲۱

۲۸۔ الجزری شمس الدین ابی الخیر محمد بن محمد بن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۹۸۰ء، ج۲،ص۲۱۹

۲۹۔ وکیع، محمد بن خلف، اخبار القضاۃ، ج۳،ص۲۷۱

۳۰۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج۵،ص۳۲۲

۳۱۔ تاریخ بغداد، ۲/۳

۳۲۔ الفہرست، ص۱۴۵۔۱۴۴

۳۳۔ تاریخ الادب العربی، ۳/۱۷۔۱۹

۳۴۔ امام ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج۹،ص۴۵۵

۳۵۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳،ص۹

۳۶۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳،ص۱۱، میزان الاعتدال، ج۳،ص۶۶۵

۳۷۔ امام ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج۹،ص۴۶۱

۳۸۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳،ص۹

۳۹۔ امام ذہبی، ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، تحقیق علی محمد بن البجادی، دار المعرفۃ بیروت، ج۳،ص۶۶۵

۴۰۔ امام ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج۹،ص۴۶۲

۴۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳،ص۱۳

۴۲۔ امام ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج۹،ص۴۲۶

۴۳۔ امام ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج۹،ص۴۶۲، میزان الاعتدال، ج۳،ص۶۶۳

۴۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج۳،ص۱۳

۴۵۔ ابن خلکان، احمد بن محمد بن ابی بکر بن، وفیات الاعیان وانباء وانباء الزمان، دار صادر بیروت، ج۴،ص۳۴۸

۴۶۔ امام ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج۹،ص۴۵۴

۴۷۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج۵،ص۳۱۴

۴۸۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج۹،ص۳۶۵

۴۹۔ داناپوری، مولانا حکیم عبدالرؤف، اصح السیر، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۹ء، ا،ص ۴۳

۵۰۔ ابن ہشام ابومحمد عبدالملک، سیرۃ ابن ہشام، مترجم سید یسین علی حسنی نظامی، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۹۴ء، ج ۴، ص ۱۹۰

۵۱۔ ابن ندیم، الفہرست، مترجم محمد اسحاق بھٹی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۹۸

۵۲۔ نقوش رسول ﷺ نمبر، ادارہ فروغ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۲ جلد نمبر ا صفحہ ۸۰-۷

۵۳۔ ابن سعد ج ۲، ص ا، الواقدی کے شیوخ کی ایک فہرست جو چھ ناموں پر مشتمل ہے جنھوں نے الواقدی کو مغازی رسول کی روایت دی، ہمیں ابن سعد جز اول قسم ثانی کے صفحہ ۱۵ پر ملتی ہے دوسرے آٹھ ناموں کی فہرست جس میں الواقدی کے اساسی رواۃ کے نام ہیں اور جنھوں نے طبقات کی روایت کی ہے وہ اسی کتاب کے جز ثالث میں صفحہ ا میں ملتی ہے۔

۵۴۔ نقوش رسول ﷺ نمبر، جلد نمبر ا صفحہ ۸۱-۸۰-۷

۵۵۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۳۷

۵۶۔ واقدی، محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی، تحقیق وتعلیق: ڈاکٹر مارسڈن جونس، ج ا، ص ۲

۵۷۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۲ء، صفحہ ۲۶۷

۵۸۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات سیرت صفحہ ۲۶۸

۵۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۴، ص ۲۰۷، تا ۲۰۸

۶۰۔ واقدی، محمد بن عمر، کتاب المغازی، ص ۳۵۰

۶۱۔ ابن ندیم، الفہرست، ص ۱۱۱

۶۲۔ ابن حجر، تہذیب الکمال، ج ۲۶، ص ۱۸۹

۶۳۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ا، ص ا تا ۲

۶۴۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ا، ص ۲، ۷، ۹، ۱۳، ۱۷، ۱۸، ۱۹ وبعد

۶۵۔ واقدی، کتاب المغازی میں اس کی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں

۶۶۔ یہ تمام اصطلاحات کتاب المغازی میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں

۶۷۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ا، ص ا، ۱۸۴، ۱۹۹، ج ۲، ص ۴۴۱

۶۸۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۳۴۶، ۳۵۴، ۳۶۳

۶۹۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۷ تا ۸

۷۰۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۸

۷۱۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۱۸، ۳۹، ۴۸، ۵۶، ۷۰، ۷۳، ۷۴، ۷۹، ۹۸، ۱۰۲، ۱۰۹ و بعد

۷۲۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۷۴، ۷۹، ۸۲، ج ۳، ص ۹۸۲، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲

۷۳۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۲، ۵، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۶، ۱۷، ۱۹، ۲۱، ۲۳ و بعد

۷۴۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۴۴، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۹۸، ۴۱۳

۷۵۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ۲، ص ۵۳۷

۷۶۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۴ تا ۷

۷۷۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ۲، ص ۸۲۵ تا ۸۲۶ و ج ۳، ص ۸۷۵